ناولز کلب
دِل کے مکین
از قلم مہتاب ظہور
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

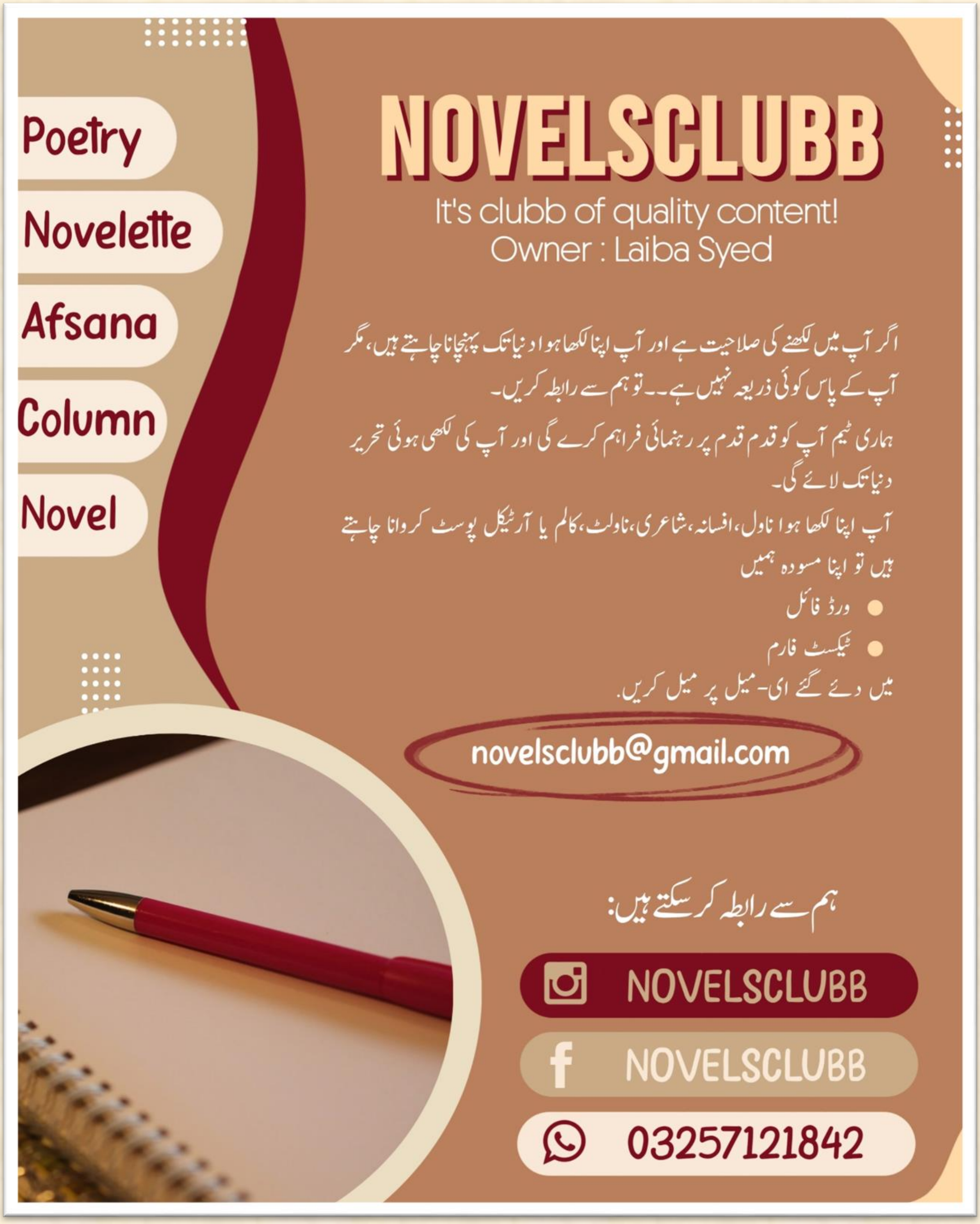
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

# دل کے مکیں

## از قلم

## مہتاب ظہور

Clubb of Quality Content!

"زندگی خواب ہے، زندگی گلاب ہے لیکن اگر تم کامل حمدان کی کزن پلس اس کے آفس میں انٹرن شپ کرنے والی علیزہ کامران ہو تو تمہاری زندگی عذاب ہے، تمہاری زندگی خراب ہے تمہاری زندگی فقط ایک سراب ہے۔" ڈرامائی انداز میں بولتے ہوئے وہ اپنے

سامنے بیٹھی تینوں کزنز کو ہنسنے پر مجبور کر رہی تھی۔ جن میں سے ایک کامل حمدان کی بہن یعنی اس کے تایا کی بیٹی تھی اور دوسری دونوں اس کے چچا کی جڑواں بیٹیاں تھیں۔

"ہنسو مت لڑکیو۔ تم لوگوں کو معلوم ہی نہیں ہے کہ تم لوگوں کی زندگی کتنی خوشگوار ہے۔ تم لوگ ایک دن کے لیے کامل کنسٹرکشنز کی بلڈنگ میں قدم رکھ کر دیکھو۔ تم لوگوں کے کانوں سے دھواں نہ نکلے تو پھر کہنا مجھے۔ میں جانتی ہوں پچھلے دس دن میں نے کس حوصلے سے گزارے ہیں اور انٹرن شپ کے اگلے سارے دن کس قدر صبر سے گزارنے ہیں۔ اس قدر حوصلہ اور صبر کرنے پر جنت مجھ پر واجب ہے۔" وہ نادیدہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی تھی۔

"لیکن یار تم تو کامل بھائی کی کزن ہو۔ اس حساب سے تمہیں تو وہاں پورے رعب سے رہنا چاہیے۔ یوں سمجھو آفس کی مالک ہی تم ہو۔ اور تم ہو کہ پتا نہیں کیا کیا دکھڑے سنا رہی ہو۔" اس کی چچازاد کزن عالیہ نے اس کے دکھ کو سنجیدہ لیتے ہوئے اسے یاد دلانا چاہا تھا۔

"عالیہ بالکل صحیح کہہ رہی ہے علیزہ۔" کامل کی بہن روباب بھی عالیہ کی تائید میں بولی تھی۔

"تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔ وہ شخص وہاں مجھ سے ایسا رویہ رکھتا ہے جیسے میں اس کے دشمنوں کے قبیلے سے ہوں۔ اور یہ خود کو مالک سمجھنے والی بات تو نہ ہی کرو تم۔ وہ شخص اپنے گناہ کسی کو نہ دے اور اگر کسی نے اس شخص کی کمپنی کا مالک خود کو سمجھ لیا تو سمجھو اس شخص کی جان نکالنے کے لیے عزرائیل بس چند فٹ کی دوری پر ہے۔" وہ ناک بھوں چڑھاتے ہوئے بولی تھی۔

جبکہ کمرے کے دروازے پر کھڑے شخص نے اس کی تمام گل افشانی سنی تھی اور گلا کھنکارا تھا۔ اس سے زیادہ اپنی تعریف سننا اس کے بس میں نہیں تھا۔ آج اتوار تھا وہ گھر پر ہی تھا۔ اب ایک دوست کی طرف جانے کا پروگرام بنایا تھا تو اپنی پسندیدہ شرٹ نہ ملنے پر اس نے رباب کو بلانا چاہا تھا۔ جبکہ رباب کے کمرے میں چلتی گول میز کانفرنس نے اس کا آدھا خون تو جلا ہی دیا تھا۔

"رباب مجھے میری شرٹ نہیں مل رہی۔ اگر تم نے پاکستان کے اہم ترین مسائل پر مذاکرات کر لیے ہوں تو آکر مجھے میری شرٹ ڈھونڈ دو۔" وہ بولتے ہوئے واپس کمرے کی جانب چل دیا تھا۔

"کیا انہوں نے سب سن لیا۔" علیزہ نے بڑی معصومیت سے ان تینوں سے پوچھا تھا۔

" کہتی ہو تو ان سے پوچھتی آتی ہوں کہ انہوں نے کیا کیا سنا ہے۔ خود سے تکے لگانے کی کیا ضرورت ہے؟" چپل پہنتی رباب نے آسان حل پیش کیا تھا۔

"ہاں تا کہ نہیں بھی سنا تو اس سے پوچھ کر ثابت کرنا کہ اسی کی برائیاں کی جا رہی تھیں۔" علیزہ دانت پیستے ہوئے بولی تھی۔ جبکہ رباب کندھے اچکاتے باہر نکل گئی تھی۔

"دیکھو میری زندگی پہلے بہت مشکل ہے ایسے میں اس شخص کا میرا باس ہونا جو کہ مجھے سخت زہر لگتا ہے میری زندگی کو مزید گرہن زدہ کر چکا ہے۔ ہر دکھی شخص کو آزاد ملک کا آزاد شہری ہونے کے ناطے اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنے دکھوں کا اظہار کر سکے۔

میں بھی وہی کر رہی تھی۔ میں اس شخص کی برائی بالکل نہیں کر رہی تھی۔ "وہ معصومیت سے آنکھیں جھپکتے ہوئے بولی تھی اور ساتھ ہی چپل پہن کر کمرے سے غائب ہو گئی تھی۔ پیچھے عالیہ اور سعدیہ کا قہقہہ کمرے میں گونجا تھا۔

یہ جمال ہاؤس کا منظر تھا جہاں جمال اکبر کی تینوں نرینہ اولادیں بمع اہل و عیال رہائش پذیر تھیں۔ وہ خود تو کافی عرصہ ہوا وفات پا چکے تھے جبکہ ان کی اہلیہ کو بھی دارِ فانی سے کوچ کیے کافی عرصہ بیت چکا تھا۔ ان کے تینوں بیٹے سرکاری ملازمت کرتے تھے جبکہ بیٹی ناعمہ شادی کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ ہنگری میں مقیم تھیں۔ اللہ نے انہیں ایک بیٹے سے ہی نوازا تھا جس کا نام حریرہ تھا۔ جبکہ جمال اکبر کے بڑے بیٹے حمدان کی دو اولادیں تھیں کامل حمدان اور رباب حمدان۔ رباب اور کامل کی عمر میں ایک سال کا فرق تھا۔ کامل نے چند سال پہلے اپنا بزنس شروع کیا تھا جو دن دگنی رات چگنی ترقی کر رہا تھا۔ جبکہ رباب پڑھائی مکمل کر چکی تھی اس کا رشتہ بھی ہو چکا تھا اور جلد شادی بھی طے پانے والی تھی۔ جبکہ حمدان صاحب سے چھوٹے سبحان صاحب کی دو اولادیں تھیں عالیہ اور سعدیہ جو جڑواں تھیں

اور رباب سے چند ماں ہی چھوٹی تھیں۔عالیہ کا نکاح ایک سال پہلے حریرہ سے ہو چکا تھا اس کی شادی بھی رباب کے ساتھ ہی طے پائی تھی۔ سب کو ناعمہ کے ہنگری سے آنے کا انتظار تھا۔ سبحان صاحب سے چھوٹے کامران صاحب کی ایک ہی بیٹی تھی علیزہ۔

علیزہ کامران جمال ہاؤس کی رونق تھی۔ گھر کی سب سے زیادہ چلبلی اور شوخ و چنچل لڑکی۔ جو زندگی کو بھرپور طریقے سے جینا جانتی تھی۔ گھر میں سب سے بڑا کامل تھا جو تھوڑا سنجیدہ مزاج کا حامل تھا۔ گھر کی باقی لڑکیوں کو کامل سے کوئی زیادہ مسلہ نہیں تھا۔البتہ علیزہ کو اس سے صرف مسئلہ نہیں تھا بلکہ مسائل تھے جو بچپن سے چلے آرہے تھے۔جمال ہاؤس میں بڑوں سے لے کر بچوں تک سب کی آپس میں خوب بنتی تھی۔بس علیزہ کی کامل سے نہیں بنتی تھی۔اس کے نزدیک وہ انسان نہیں روبوٹ تھا جس میں کوئی ایموشن نہیں تھے، جس کو پتا ہی نہیں تھا ہنستے کیسے ہیں زندگی کیسے جیتے ہیں۔اور جب سے اس نے آفس جوائن کیا تھا تب سے اس کے لیے اس نے مزید شاندار خیال پال لیے تھے۔اب وہ کہتی تھی کہ وہ روبوٹ نہیں کیونکہ کہ روبوٹ حکم مانتے ہیں جبکہ وہ تو صرف حکم دینا جانتا ہے۔ جبکہ اس

کے ان خیالات کی وجوہات کامل سمیت تمام اہل گھرانہ ڈھونڈ نہیں پائے تھے کیونکہ کامل کی جن خصوصیات کا ذکر وہ اکثر کرتی تھی وہ خصوصیات آج تک کامل خود میں دریافت نہیں کر پایا تھا۔

---

رات آدھی گزر چکی تھی وہ جو نیٹ فلیکس پر کورین ڈرامہ دیکھنے میں مصروف تھی بھوک کے احساس سے بستر سے نکلی تھی۔ رات کا ایک بج رہا تھا باہر کی ساری لائٹس آف تھیں۔ وہ دھیرے سے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکلی تھی اور کچن کا رخ کیا تھا۔ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے وہ کسی کو بھی اپنے جاگنے کا پتا نہیں چلنے دینا چاہتی تھی۔ جب وہ کچن کے دروازے پر پہنچی تھی تو پہلے تو اسے کچن کی لائٹس جلتے دیکھ کر حیرت ہوئی تھی مگر جب اندر داخل ہوئی تو سامنے کامل حمدان کو کافی بناتے دیکھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ انہی قدموں پر واپس مڑتی اس کی آواز نے اس کے قدم جکڑے تھے۔

"اس وقت الوؤں کی طرح جاگنے کا کوئی خاص مقصد ؟"اس نے مڑ کر علیزہ کی جانب نہیں دیکھا تھا بلکہ ہنوز کافی رگڑنے میں مصروف تھا۔

جبکہ اس کا سوال سن کر علیزہ کے تن بدن میں آگ لگی تھی۔ وہ شخص جو اسے انسان ہی نہیں لگتا تھا وہ اسے اُلو کہہ رہا تھا۔ آفس میں تو چلو جیسے تیسے وہ اس کی جلی کٹی برداشت کر لیتی تھی جو کہ صرف اس کے نزدیک ہی جلی کٹی ہوتی تھیں۔ مگر اس کے نزدیک وہ گھر میں کیوں اس کی جلی کٹی باتیں برداشت کرے۔ اس کے تو سر پر لگی تھی تلوؤں پر بجھی تھی۔

"یہی سوال میں بھی کر سکتی ہوں۔"وہ دوبدو بولی تھی۔

جب کہ اس کی بات سن کر کامل وجدان کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی جسے وہ کمال مہارت سے چھپا گیا تھا۔ اور اس کی جانب مڑ کر یوں دیکھا تھا جیسے کہہ رہا ہو سیئرسلی۔

"چچی کو بتاؤں گا کل کہ تمہارے صبح جلد نہ اٹھنے کے پیچھے وجوہات کیا ہیں۔"کافی رگڑتے ہوئے وہ اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔ وہ جانتی تھی جس مزاج کی اس کی والدہ ماجدہ تھیں انہوں نے اس کے روم میں سونا شروع کر دینا تھا۔ پہلے تو وہ دس بجے گہری نیند میں

ہونے کا ڈرامہ کرتی تھی اگر وہ انہیں واقعی بتا دے تو وہ دن دور نہیں تھا جب اسے حقیقتاً نو بجے سونا پڑ نا تھا۔ اور ایسے میں رات بھر جاگ کر دیکھ لیے اس نے ڈرامے۔ دن تو آفس کو پیارا ہو جاتا تھا اس بیچاری کے ڈراموں کے لیے تو رات ہی بچتی تھی۔

"دیکھیں اس طرح محلے کی آنٹی بن کر بغیر تحقیق کے لگائی بجھائی والا کام نہیں کرتے ہیں۔ میں تو سو گئی ہوئی تھی وہ تو اب آنکھ کھلی ہے وہ بھی اس لیے کیوں کہ مجھے بھوک لگی تھی۔" وہ پیچ و تاب کھاتے بڑے میٹھے انداز میں وضاحت دیتے ہوئے بولی تھی اس کی بات اور اس کا انداز دیکھ کر کامل کا دل کیا تھا کہ کھل کر قہقہہ لگائے۔

" صحیح بات ہے۔ ماننا پڑے گا سچ کہہ رہی ہو۔" وہ اس کی گردن میں ہیڈ فون اور ہاتھ میں موبائل دیکھ کر جس انداز میں بولا تھا اس کا دل کیا تھا کہ اس شخص کا اسٹیکر بنا کر دیوار کے ساتھ چپکا دے۔

"یہ تو میں ریسپی دیکھنے کے لیے لائی ہوں۔" وہ خوامخواہ وضاحت دیتے ہوئے موبائل اور ہیڈ فونز کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی تھی۔

"ہاں میں کیسے بھول گیا کہ تمہیں تو بے وقوف بنانے کے علاوہ کچھ نہیں آتا۔" وہ جان بوجھ کر اسے چڑانا چاہ رہا تھا جبکہ اسکی بات سن کر وہ فوراً سمجھ گئی تھی کہ وہ کس بات کا حوالہ دے رہا ہے۔ تین چار دن پہلے اس نے اسے چند فائلز دی تھیں جس میں سے اسے غلطیاں ہائی لائٹ کرنی تھیں۔ اس نے مزے سے وہ فائلز اپنی کلاس فیلو جو اس کے ساتھ ہی انٹرن شپ کر رہی تھی اسے تھما دیں تھیں۔ جس نے غلطیاں ہائی لائٹ کر کے دے دیں تھیں مگر ان فائلز کو دیکھتے ہی کامل نے ڈبل تعداد میں فائلز اس کے آگے رکھیں تھیں اور ساتھ ہی تنبیہ کی تھی کہ اگر اس بار اس نے کسی اور سے کام کروایا تو فائلز ٹرپل ہو جائیں گی۔ اس کے حوالہ دینے پر وہ واقعہ یاد کرتے ہوئے وہ واقعی چڑ گئی تھی۔

"دیکھیں میں پروفیشنل بندی ہوں۔ گھر کے معاملات آفس میں ڈسکس کرنا اور آفس کے معاملات گھر میں ڈسکس کرنا میرے اصولوں کے خلاف ہے۔" وہ جس انداز میں بولی تھی کامل چاہ کر بھی اپنا قہقہہ روک نہیں پایا تھا۔

"جی جی۔۔ آپ کے اصولوں کی فہرست میں سب سے پہلے تو اپنے باس کی غیبتیں کر کے اس کے گناہ بخشوانا شامل ہے۔" کافی کا مگ وہ کب کا سائیڈ پر رکھ چکا تھا اور اب میکرونی ابلنے کے لیے رکھتے ہوئے بولا تھا۔

"دیکھیں آپ کو شاید کسی نے بتایا نہیں ہے کہ کسی کی باتیں سننا انتہائی غیر اخلاقی حرکت ہے۔ خیر اب میں بتا رہی ہوں آئندہ خیال رکھیے گا۔ میں چلتی ہوں۔" وہ کرسی دھکیلتے ہوئے اٹھی تھی۔ اب جب کہ اسے پتا چل چکا تھا کہ وہ شخص اس کی آج کی تمام گوہر افشانیاں سن چکا تھا تو مزید اس کے سامنے بیٹھنا اسے بے حد مشکل لگ رہا تھا۔ اور اب ہمیشہ کی طرح ساتھ میں وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ یہ شخص خاموش ہی رہے تو زیادہ اچھا ہے۔ کیوں کہ جب جب وہ بولتا تھا اسے مزید برا لگتا تھا۔

"ادھر ہی چپ چاپ بیٹھی رہو۔" اسے اٹھتا دیکھ کر وہ حکمیہ انداز میں بولا تھا اور وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی تھی۔ سخت زہر لگتا تھا اسے اس شخص کا یوں حکم چلانا اور اس سے زیادہ برا اسے تب لگتا جب اس کی تمام نروز اس کے ہر حکم پر یوں ہی فوری رسپانس دیتی تھیں۔

وہ خاموشی سے سبزیاں کاٹنے میں مصروف تھا جب مزید چند منٹس تک یوں ہی خاموشی چھائی رہی تھی تو علیزہ کو ہمیشہ کی طرح خاموشی چبھنے لگی تھی۔ اب وہ بیٹھ ہی گئی تھی تو خاموش تو نہیں بیٹھ سکتی تھی اس لیے خاموشی توڑتے ہوئے بولی تھی۔

"ویسے آپ کو پتا کیسے چلا کہ میں کچن میں آئی ہوں۔ جبکہ آپ کا چہرہ تو دوسری طرف تھا۔"

"مجھے تمہارے انداز سے پتا چل جاتا ہے۔ کیونکہ اس گھر میں بلیوں کی طرح صرف تم چلتی ہوں باقی سب انسانوں کی طرح چلتے ہیں۔"

"آپ کو میرا دماغ خراب کرنے کی کوئی رقم ملتی ہے؟ یا پھر ثواب ملتا ہے؟ وہ تمام حساب بالائے طاق رکھتے ہوئے تلملا کر بولی تھی۔

"لڑکی یہی بات میں بھی پوچھ سکتا ہوں۔ تمہاری طرف بہت سے حساب نکلتے ہیں میرے۔ کیونکہ تم میرا دماغ خراب کرنے کے علاوہ بھی بہت کچھ خراب کرتی ہو۔ اسی ہفتے پر نظر دوڑا لو۔ کوئی ایک دن بھی تم نے خیر سے خالی نہیں جانے دیا۔ آج تم نے آفس میں میری ٹیبل پر پڑی ایک اہم ترین فائل پر پانی گرا کر اسے خراب کیا۔ کل لاؤنج میں مجھ سے ٹکرا

کر میری پسندیدہ شرٹ پر کولڈ کافی گرا کر اسے خراب کیا، پرسوں ناشتے کی ٹیبل پر پڑا میرا موبائل گرا کر اس کی سکرین کو خراب کیا ترسوں میرا لیپ ٹاپ تم نے لیا اور اس سے ایسی چھیڑ چھاڑ کی کہ اس کی ونڈو کا سارا سسٹم خراب کر دیا۔ اب اتنا کافی ہے یا مزید پچھلے دنوں کے تمہارے شاندار کارناموں پر روشنی ڈالوں؟" وہ انتہائی سکون سے اسے نئے سرے سے بے سکون کرتے ہوئے بولا تھا۔

"دیکھیں میں انسان ہوں۔ اور انسانوں سے ایسی چھوٹی موٹی غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ انسانوں کو ان کی غلطیوں پر جج نہیں کیا کرتے ہیں۔" وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی تھی۔ اس کی شاندار وضاحت پر وہ عش عش کر اٹھا تھا۔

"پھر انسانوں کو کس بنیاد پر جج کرنا چاہیے؟ ان کی خوبصورتی کی بنا پر؟ یا ان کے کردار کی بنا پر؟ لیکن کردار دیکھیں تو پھر وہی غلطیاں نظر آتی ہیں۔" میکرونی پلیٹ میں ڈال کر اس کے آگے رکھتے ہوئے وہ اس کا جواب سننا چاہتا تھا۔

"انسانوں کو جج ہی نہیں کرنا چاہیے۔ بس اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے۔"اس نے قصہ ہی ختم کیا اور پلیٹ اپنی جانب کھسکائی تھی۔

اس کا جواب سن کر وہ کھل کر مسکرایا تھا۔ وہ بالکل صحیح کہہ رہی تھی کہ اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے۔ وہ خود بھی تو ایسی تھی گویا آگ لگے بستی میں ہم ہیں اپنی مستی میں۔

"ویسے علیزہ تم مجھے کیوں جج کرتی ہو؟"وہ خاموشی سے میکرونی کھا رہی تھی تو اب اسے اس کی خاموشی بری لگ رہی تھی۔

میکرونی کا چمچ منہ کی جانب لے جاتا اس کا ہاتھ تھما تھا۔ بات تو وہ بالکل ٹھیک پوچھ رہا تھا۔ کسی دُوسرے کو وہ جج کرتی نہیں تھی اور اس کی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کو وہ جج کرتی تھی۔

"میری مرضی۔"جب اس سے کوئی جواب نہیں بن پایا تھا تو کندھے اچکاتے ہوئے بولی تھی اور پلیٹ خالی کرتے ہی اٹھ کر کمرے کی جانب چل دی تھی۔

کامل نے چپ چاپ اس کی شانِ بے نیازی دیکھی تھی اور پلیٹ اور دوسرے استعمال شدہ برتن اٹھا کر سنک میں رکھے تھے۔ ساتھ ہی اپنے لیے کافی تیار کی تھی۔ کافی کا مگ لے کر وہ بھی کمرے کی جانب چل دیا تھا۔

---

صبح ناشتے کی ٹیبل پر سبھی افراد موجود تھے۔ علیزہ منہ پر ہاتھ رکھ کر زبردستی جمائیاں روکنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔

"ڈرامے کی کوئی قسط رہ تو نہیں گئی تھی؟" اس کی ساتھ والی کرسی پر بیٹھے کامل نے اس کی طرف جھک کر سرگوشیانہ انداز میں اسے چھیڑتے ہوئے پوچھا تھا۔

اس کی بات سن کر علیزہ نے ہنوز خاموشی کا پرچم بلند رکھا تھا۔ وہ اس کی اس خاموشی کی وجہ بھی اچھے سے جانتا تھا۔ اس کی خاموشی کو دیکھتے ہوئے وہ بھی چپ چاپ ناشتہ کرنے لگا تھا۔

آج گھر کی تینوں خواتین شاپنگ کی منصوبہ بندی کر رہی تھیں۔ کل کی فلائیٹ سے ناعمہ

پھپھو پاکستان آ رہی تھیں جس کا مطلب تھا کہ بہت جلد شادیوں والا فریضہ بھی سرانجام دیا جانا تھا۔اس لیے گھر کی تمام خواتین شادی کی تیاریاں شروع کر چکی تھیں۔

"امی میں آج آفس سے چھٹی کر لیتی ہوں۔" بہت کوشش کے بعد بھی جب علیزہ سے چپ نہیں رہا گیا تھا تو وہ منمناتے ہوئے بولی تھی۔

"عزت سے آفس جاتی نظر آؤ۔ورنہ مجھے اپنی چپل اتارتے لمحہ نہیں لگے گا۔"شائستہ بیگم نے سخت لہجے میں کہا تھا۔

"تائی دیکھ لیں آپ۔امی کیسے ڈانٹ رہی ہیں مجھے۔سب شاپنگ پر جارہے ہیں میرا بھی تو حق بنتا ہے شاپنگ پر جانے کا"وہ معصومیت کے ریکارڈ توڑتے ہوئے اب تائی کو امید سے دیکھ رہی تھی۔

"میرا بچہ۔تم کر لو آج چھٹی۔"تائی نسرین جیسے ہی اس کی حمایت میں بولی تھی اس کا چہرہ کسی بلب کی طرح چمک اٹھا تھا۔

"ایک اہم پراجیکٹ چل رہا ہے آفس میں۔ اسے بھی معلوم ہے یہ چھٹی نہیں کر سکتی۔" نیپکین سے منہ پونچھتے ہوئے کامل نے اطمینان سے کہا تھا۔

"میرے بغیر کونسا کام نہیں ہونا آفس میں۔" وہ احتجاجاً بولی تھی۔

"کیا پتا واقعی تمہارے بغیر آفس میں کام نہ ہو۔" رباب نے کامل کے چہرے پر نظریں گاڑتے شرارتی انداز میں کہا تھا۔ اس کی بات سن کر کامل نے اسے زبردست گھوری سے نوازا تھا۔

"چچی نجمہ آپ سمجھائیں ناں انہیں۔" وہ آس بھری نظروں سے چچی کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"کامل آج اسے چھٹی کرنے دو۔" چچی نے کامل سے سفارش کی تھی۔

"تایا ابو آپ بھی کہیں انہیں چچا آپ بھی بولیں ناں۔ ابو آپ بھی انہیں کہیں کہ میں آج آفس نہیں جاؤں گی۔" اس سے پہلے کہ کامل چچی کی بات کا کوئی جواب دیتا اس نے گھر کے مردوں کی حمایت حاصل کرنا بھی ضروری سمجھا تھا۔

"آج علیزہ آفس نہیں جائے گی۔ بس بات ختم ہو گئی۔" تایا نے حتمی فیصلہ سنایا تھا جبکہ وہ خوشی سے جھوم اٹھی تھی۔

"ٹھیک ہے ایک پریزنٹیشن بنانی ہے اس نے۔ ڈیٹا والی فائلز میں گھر بھجوادوں گا یہ گھر ہی بنا لے پریزینٹیشن۔ نا آئے آفس۔" چائے کا سیپ لیتے ہوئے اس نے بھی اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

"یہ تو غلط بات ہے کامل۔" چچا کو اپنی حمایت میں بولتے دیکھ کر علیزہ کو کچھ حوصلہ ہوا تھا۔

"چچا دس دن اسے آفس جوائن کیے ہوئے ہیں اور پانچ دن آپ سب ایسے ہی اس کی سفارشات لگا کر اس کی چھٹی کروا چکے ہیں۔ اب مجھے بھی کام تو کسی طرح لینا ہے۔" اس کی وضاحت پر علیزہ کا دل کیا تھا اس کا اسٹیکر بنائے اور ڈائننگ ٹیبل پر ہی چپکا دے اسے۔

"کامل صحیح کہہ رہا ہے۔ ہم سب نے اسے بہت چھوٹ دی ہوئی ہے۔ آگے شادی ہے پھر یہ شادی پر بھی چھٹیاں کرے گی۔ ایسے تو کر لی اس نے انٹرن شپ۔" کامران صاحب کامل کی حمایت کرتے ہوئے بولے تھے۔

"نہیں کر رہی چھٹی۔ "اپنے باپ کو اپنے خلاف ہوتے دیکھ کر وہ دل پر پتھر رکھتے ہوئے بولی تھی۔ ویسے بھی گھر بیٹھ کر کام کرنے سے بہتر ہی تھا کہ وہ آفس چلی جائے۔

"گڈ۔ "اس کی بات پر کامل نے یک لفظی جواب دیا تھا اور علیزہ نے اسے کھاجانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اسی کے ساتھ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر براجمان تھی۔ اور گاڑی آفس کی جانب رواں دواں تھی۔

"سیٹ بیلٹ؟"وہ اب تیسری بار اسے سیٹ بیلٹ باندھنے کا بول رہا تھا جبکہ وہ یوں بیٹھی تھی جیسے اسے کچھ سنائی ہی نہیں دے رہا۔

بالآخر اس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک کر اس کی جانب جھک کر خود سیٹ بیلٹ باندھا تھا۔

جیسے ہی سیدھے ہو کر اس نے گاڑی چلائی تھی علیزہ نے بندھا ہوا سیٹ بیلٹ کھول دیا اور کھولتے ہی اس کی جانب یوں دیکھا تھا جیسے کہہ رہی ہو کہ سیٹ بیلٹ باندھ کر تو میں آج ہرگز سفر نہیں کروں گی۔ جو کرنا ہے کر لو۔

" تمہارے کسی بھی انداز سے نہیں لگتا ہے کہ تم چچا چچی کی بیٹی ہو۔ آخر تم اتنی ضدی کیوں ہو؟"اس کی حرکت دیکھ کر کامل نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔

"میں ضدی لگتی ہوں آپ کو؟ دیکھیے گا آپ کے بچے بھی ایسے ہی ضدی ہوں گے۔ یہ میری بددعا ہے آپ کو۔"جب اس سے کوئی جواب نہیں بن پایا تھا تو وہ بددعاؤں پر اتر آئی تھی۔

اس کی بات سن کر کامل کھل کر مسکرایا تھا اور اس پر بھرپور نگاہ ڈالتے ہوئے بولا تھا۔

"میں واقف ہوں اس بات سے کہ وہ تمہاری طرح ہی ضدی ہوں گے۔ تمہیں بددعا دینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

جبکہ اس کا جواب سن کر وہ کچھ سمجھے بغیر ہنہہ کرتے ہوئے منہ دوسری طرف موڑ گئی تھی۔

وہ آفس پہنچے تھے تو کامل گاڑی پارک کرنے لگا تھا جب کہ وہ اتر کر آفس میں داخل ہو گئی تھی۔ وہ آفس اسی نیت سے آئی تھی کہ تمام کام جلد از جلد ختم کر کے وہ سیدھی شاپنگ مال چلی جائے گی۔ ابھی اسے کام کرتے آدھا گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا کہ نیند سے جمائیاں آنے لگی تھیں۔ اب تو یہ صورتحال تھی کہ جمائیاں لے لے کر اس کا منہ دکھنے لگا تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی اس نے سر ڈیسک پر رکھا تھا اور چند لمحوں میں ہی وہ اپنے ارد گرد سے بیگانہ ہو گئی تھی۔

اپنے آفس میں لیپ ٹاپ پر مصروف کامل نے نظریں اٹھا کر گلاس وال سے اس کے ڈیسک کی جانب دیکھا تھا اور پھر اسے دیکھ کر نفی میں سر ہلایا تھا جیسے کہہ رہا ہو اس کا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس نے سامنے ٹیبل پر پڑا موبائل اٹھایا تھا۔ اور اس کے نمبر پر کال ملائی تھی۔ بیل جانے کے چند لمحوں بعد ہی کامل نے اسے ہڑبڑا کر ڈیسک سے سر اٹھاتے دیکھا تھا۔

علیزہ نے جیسے ہی موبائل سکرین آگے کی تھی سکرین پر ہیڑ ان چیف لکھا جگمگا رہا تھا۔ منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے اس نے کال اٹینڈ کی تھی۔

"فرمائیے؟" اور ساتھ ہی احسان کرنے والے انداز میں بولی تھی۔

"اگر آپ میرے حکم مانتی ہوتی تو دکھ ہی کیا تھا علیزہ کامران۔ "وہ لمبا سانس خارج کرتے ہوئے بولا تھا۔

"ذرا پھر سے غور فرمالیں۔ کیونکہ آپ کو اپنے دیے جن احکامات کے پورے نہ ہونے کا دکھ ہو رہا ہے وہ شاید ابھی آپ نے مجھے دیے ہی ناں ہوں۔ کیونکہ میرے خیال سے ان کے علاوہ تو میں چاہتے یا نا چاہتے آپ کا ہر حکم بجا لاتی ہوں۔ "وہ جل بھن کر جس انداز میں بولی تھی دوسری جانب کامل کا دل چاہا تھا قہقہہ لگائے۔ ابھی اس کے خیال میں وہ اس کے حکم مانتی تھی تو نا جانے اس کا حکم نہ ماننا کیا ہوتا ہو گا۔

"چلیں آپ میری اتنی ہی فرمانبردار ہیں تو پریزنٹیشن جتنی بنالی ہے وہ مجھے دکھا جائیں۔" اس کا حکم سن کر علیزہ نے بے آرامی سے پہلو بدلا تھا۔

"میں اپنا نا مکمل کام کسی کو نہیں دکھاتی۔ میں ایک پروفیشنل بندی ہوں اور میرا سب سے پہلا اصول یہی ہے کہ پہلے میں کام مکمل کرتی ہوں۔ فون رکھیں اب کام کرنے دیں مجھے۔

پہلے میرا اتنا قیمتی وقت ضائع کر دیا۔ "بات مکمل کرتے ہی اس کی کوئی بات سنے بغیر اس نے فون کاٹ دیا تھا۔

"شاپنگ پر جانے کا ارادہ بنا کر آئی ہو تو پہلے کچھ کھاتے ہیں پھر شاپنگ پر چلیں گے۔" جائے نماز لپیٹ کر رکھتے ہوئے کامل نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

" نہیں شاپنگ پر نہیں جانا مجھے۔ مجھے بھوک لگی ہے۔ کچھ کھا کر مجھے ڈھیر سارا سونا ہے۔" حجاب کے ہالے میں پلکیں جھپکتے ہوئے وہ معصومیت سے بولی تھی اور اس کا جواب سن کر کامل دھیرے سے مسکرایا تھا اور کچن میں چلنے کا اشارہ کیا تھا۔

" کیا کھاؤ گی ؟"شرٹ کے بازو فولڈ کر کے وہ ایپرن باندھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"بریانی۔"وہ یک لفظی جواب دیتے ہوئے چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں ٹکاتے ہوئے بولی تھی۔

"بریانی ٹائم لیتی ہے۔ پھر بھوک کا شور نا مچانا۔"اس کی فرمائش پر وہ ماتھے پر کوئی بل لائے بغیر بولا تھا۔ اور وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے خاموش رہی تھی۔

"نیند آ رہی ہے؟" اسے خاموش دیکھ کر کامل نے پوچھا تھا۔

"نیند آ رہی ہے لیکن بھوک کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی۔" اس نے معصومیت سے جواب دیا تھا۔

"تو تمہیں کون کہتا ہے ساری ساری رات جاگ کر تم ڈرامے دیکھو۔ کتنی بار تمہیں سمجھایا ہے کہ زندگی کو ایک ترتیب سے لے کر چلتے ہیں۔ زندگی اس لیے تو نہیں ملی کہ تم اسے ڈرامے فلمیں دیکھتے ہوئے گزار دو۔ تم سے روٹین سیٹ نہیں ہو سکی تو تمہیں شیڈول بنا کے دیا تم وہ شیڈول بھی فالو نہیں کر سکی۔ سکون اور نیند کے لیے رات بنائی گئی ہے جب تم قدرت کے شیڈول فالو نہیں کرو گی، نماز کے لیے وقت نہیں نکال سکو گی، قرآن کو ٹائم نہیں دے سکو گی تو دل و دماغ پر بے سکونی تو چھائی رہنی ہے۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے بول رہا تھا۔ اور پہلی بار وہ خاموشی سے اس کی بات سن رہی تھی۔ آج وہ سمجھاتے ہوئے اسے ہمیشہ کی طرح برا نہیں لگ رہا تھا۔

"میں کوشش تو کرتی ہوں۔" پہلی بار وہ اس پر جوابی حملہ کرنے کی بجائے وضاحت دیتے ہوئے بولی تھی۔

"کوشش کرتی ہو مگر اس کوشش پر قائم نہیں رہتی ہو۔"

"کوشش پر قائم کیسے رہا جاتا ہے؟" وہ اس کی بات پر چڑنے کی بجائے اس سے سوال کر رہی تھی۔ اور کامل کو وہ اپنے رویے سے آج حیرت زدہ کر رہی تھی۔

"بار بار کوشش کر کے۔" اس نے سادہ سا جواب دیا تھا۔

"ہاں شاید میں کبھی کوشش پر قائم نہیں رہ پائی۔ میں ایک بار کوشش کرتی ہوں اور جب ناکام ہو جاتی ہوں تو ہمت ہار کر بیٹھ جاتی ہوں۔ مگر اب سیکھ جاؤں گی کوشش پر قائم رہنا بھی۔"

"کوشش پر قائم رہنا سیکھو گی تو کامیاب بھی ہو جاؤ گی۔" بریانی کو دم لگاتے ہوئے وہ سلاد بنانے کی تیاری کرتے ہوئے بولا تھا۔ علیزہ اسے کمال مہارت سے سب کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

---

سبھی خواتین جب شاپنگ کر کے گھر لوٹی تھیں تو علیزہ خوابِ خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔ گھر آتے ہی تینوں لڑکیوں نے اس کی نیند کی پرواہ کیے بغیر اپنی شاپنگ کا سبھی سامان اٹھا کر اس کے کمرے پر دھاوا بول دیا تھا۔

"لیزرڈ لیزا اٹھو۔ دیکھو ہم کیا کیا سامان لائی ہیں۔" رباب نے اسے کندھے سے جھنجھوڑ کر جگاتے ہوئے کہا تھا۔ وہ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھی تھی اور سارا سامان دیکھنے لگی تھی ساتھ ہی اس کے تبصرے بھی شروع ہو چکے تھے۔ جب وہ تمام شاپنگ دیکھ چکی تو انہیں اپنی آج کی سوچ سے آگاہ کیا تھا۔

"میں سوچ رہی ہوں میں بھی شادی کر لوں۔" اس کی بات سن کر سامان سمیٹتے ہوئے ان تینوں نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا تھا۔

"یہ نیک خیال کیوں آیا تمہیں؟" عالیہ نے تجسس سے پوچھا تھا۔

Clubb of Quality Content!

"میری ایک کولیگ ہے اسکی شادی ہو رہی ہے۔ اسے دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ میں شادی کرلوں "اس کی اطلاع پر ان تینوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔

"کسی لڑکے کو دیکھ کر شادی کا خیال آنا تو سمجھ آتا ہے۔ یہ لڑکی والی تک سمجھ نہیں آئی۔" رباب نے ناسمجھی سے سوال کیا تھا۔

"میں سمجھاتی ہوں۔ اس کی شادی ہو رہی ہے تو اسے اب نوکری نہیں کرنی پڑے گی۔ تو اگر میں بھی شادی کرلوں تو مجھے بھی انٹرن شپ نہیں کرنی پڑے گی۔ "اس کی بات سن کر ان تینوں نے افسوس زدہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ اور ساتھ ہی اس کی عقل پر ماتم کرنا چاہا تھا۔ ناجانے یہ نمونہ کیسے ان کے گھر پیدا ہو گیا تھا۔

"کس سے شادی کرو گی پھر۔ "رباب نے اب کی بار تجسس سے پوچھا تھا۔

"ظاہر سی بات ہے لڑکے سے کروں گی۔ "اس کے جواب پر رباب کا دل کیا تھا دیوار میں اپنا سر دے مارے۔

"تو لڑکا آسمان سے تو ایک دم نہیں گرے گا۔ لڑکا ڈھونڈنے میں پھر سارے معاملات طے پانے میں بھی وقت لگتا ہے تب تک تو ماشاء اللہ سے تمہاری انٹرن شپ مکمل ہو جائے گی۔" رباب تحمل سے اسے اپنا نقطہ نظر سمجھاتے ہوئے بولی تھی۔

"لڑکے کی کوئی ٹینشن نہیں ہے۔ مجھے ایک کلاس فیلو نے پروپوز کیا تھا اس کا پروپوزل تب تو ایکسیپٹ نہیں کیا تھا اب کر لوں گی۔ ڈھونڈنے والا مسئلہ تو حل ہوا۔" وہ اطمینان سے جواب دیتے ہوئے رباب کے ساتھ ساتھ عالیہ اور سعدیہ کا بھی اطمینان غارت کر گئی تھی۔

تھوڑی دیر اس کے ساتھ باتیں کرنے کے بعد وہ تینوں اس کے کمرے سے نکل آئی تھیں۔

"میں بھائی سے بات کرتی ہوں پھر تم لوگوں کو بتاتی ہوں۔ تم لوگ ابھی میرے روم میں بیٹھ کر انتظار کرو۔" اس کی بات سن کر ان دونوں نے اسے تھمز اپ کا اشارہ کیا تھا اور اس کے کمرے میں گھس گئی تھیں۔

"میں اندر آجاؤں؟" دروازے سے سر اندر گھساتے ہوئے رباب نے اجازت طلب کی تھی۔

کامل نے لیپ ٹاپ سے نظریں اٹھاتے ہوئے مسکرا کر اسے اندر کا اشارہ کیا تھا۔

"مجھے آپ سے ایک بہت اہم بات کرنی ہے۔" وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے بولی تھی۔

"ہاں کہو کیا بات کرنی ہے۔" اس کی سنجیدگی دیکھتے ہوئے کامل لیپ ٹاپ کا کور گرا کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

اس کی اجازت ملتے ہی رباب نے تھوڑی دیر پہلے کی گفتگو من و عن اس کے گوش گزار دی تھی۔ اس کی بات سن کر کہ علیزہ شادی کرنا چاہتی ہے پہلے تو اس کے دل کی دھڑکن تھمی تھی اور جب اس نے شادی کی وجہ سنی تھی تو اس نے بے اختیار قہقہہ لگایا تھا۔

"بھائی آپ ہنس رہے ہیں۔ وہ واقعی سنجیدہ ہے۔ لڑکا تک اس کی نظر میں ہے۔ اور میرے سامنے بننے کی کوشش مت کیجئے گا۔ مجھے بہت اچھے سے پتا ہے کہ آپ اسے پسند کرتے ہیں۔ کب سے پسند کرتے ہیں یہ بات اب آپ مجھے بتائیں گے۔"

"بہت پہلے سے پسند کرتا ہوں۔ایک لمبا عرصہ ہو چکا ہے اسے پسند کرتے ہوئے۔ ویسے اسے بتاؤ جس یونیورسٹی کے پروپوزل پر وہ نظر رکھے بیٹھی ہے وہ کب سے کسی اور کی نظر ہو چکا ہے۔"وہ اطمینان سے جواب دیتے ہوئے بولا تھا۔

"آپ کو کیسے پتا؟"رباب نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"اسے نظر میں رکھا ہے تو اس کے معاملاتِ زندگی پر بھی پوری نظر رکھتا ہوں۔"

"کیا فائدہ ایسی بندی کو نظر میں رکھنے کا جو آج تک آپ کی نظروں میں اپنا عکس ہی نہیں دیکھ سکی جبکہ اسکے علاوہ سبھی کو آپ کی نظروں میں اس کا عکس نظر آتا ہے۔"رباب افسوس زدہ لہجے میں بولی تھی۔

اس کی بات سن کر کامل لیپ ٹاپ گود سے ہٹاتے ہوئے جھٹکے سے سیدھا ہوا تھا۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟ تمہارے علاوہ کون کون جانتا ہے یہ بات؟"

"میں جانتی ہوں تو ظاہر سی بات ہے عالیہ اور سعدیہ بھی جانتی ہیں۔ ہم تینوں ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپاتی ہیں۔ اور ہم تینوں کا جیسے یہ خیال بالکل درست ہے کہ آپ

علیزہ سے محبت کرتے ہیں ویسے ہی ہمارا یہ بھی خیال ہے کہ بڑے بھی اس بات سے واقف ہیں۔ آپ نے سنا ہو گا کہ آسکر وائلڈ نے کہا تھا کہ میں جس ہستی کو شدت سے چاہتا ہوں، اس کا ذکر کسی سے نہیں کرتا اس کا نام بھی کسی کو نہیں بتاتا محبوب کا نام ظاہر کرنا ایسا ہے کہ آپ اس کا ایک حصہ کسی اور کے حوالے کر دیں۔ جبکہ نزار قبانی کہتے ہیں میں نے تمہارے بارے میں کسی کو نہیں بتایا لیکن وہ تمہیں میری آنکھوں میں تیرتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ میں نے تمہارے بارے میں کسی کو نہیں بتایا لیکن وہ میرے لکھے ہوئے لفظوں میں تمہیں دیکھ سکتے ہیں، کیوں کہ محبت کی خوشبو پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اسی لیے آپ بھی جتنی بھی کوشش کریں چھپانے کی نہیں چھپا سکتے ہیں کیونکہ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔ ویسے آپ کو اس میں اس میں ایسا بھی کیا نظر آیا کہ آپ کو اس سے محبت ہو گئی؟"" وہ فلسفیانہ انداز میں بولتے ہوئے ساتھ ہی سوال کر گئی تھی۔

اگر تم نے اتنا فلسفہ پڑھا ہے محبت پر تو تمہیں اس بات کا اندازہ بھی ہونا چاہیے کہ زندگی میں دو طرح کے لوگوں پر تبصرے نہیں کرتے ایک وہ جن کو محبت کے لیے چن لیتے ہیں اور

دوسرے وہ جن کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لیے آئندہ کسی محبت کرنے والے سے مت پوچھنا کہ اسے اپنے محبوب میں کیا نظر آیا۔" وہ اس کا جواب اسی کے انداز میں دیتے ہوئے بولا تھا۔

" پھر آپ کے لیے میرا ایک ہی مشورہ ہے کہ اسے اپنی محبت سے آگاہ کر دیں۔ ضروری نہیں ہوتا کہ محبوب جذبوں کی زبان سمجھے۔ بہت دفعہ دوسرے انسان تک اپنے جذبات پہنچانے کے لیے لفظوں کی زبان استعمال کرنی پڑتی ہے۔ لفظ ایجاد ہی اس لیے ہوئے ہیں کہ ہم دُوسرے شخص کو بتاسکیں کہ ہم اس کے لیے کیا محسوس کرتے ہیں۔ جذبوں کو دل میں قید کر کے لفظوں کی ایجاد کو رائیگاں نہیں جانے دینا چاہیے۔ ورنہ بہت دفعہ دل میں رکھے سارے جذبے بھی رائیگاں جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ احساس کروانے پر محسوس کرتے ہیں۔ وہ بھی انہی میں سے ہے۔ اسے اپنی محبت کا احساس دلائیں گے تو آپ کی محبت محسوس کرے گی ورنہ یوں ہی آپ کو برا بھلا سمجھتی رہے گی۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی تھی۔

Clubb of Quality Content

اس کی بات سمجھتے ہوئے وہ دھیرے سے اثبات میں سر ہلا گیا تھا۔ اسے خود بھی اندازہ تھا کہ لفظوں کا سہارا لیے بغیر کوئی چارا نہیں تھا۔

---

گھر پر پھپھو کے استقبال کے لئے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور پھپھو کے آتے ہی گھر پر رونق کا سماں لگ گیا تھا۔ آدھی رات تک چھوٹوں سمیت بڑے بھی محفل جمائے بیٹھے رہے تھے۔ جب سبھی نے ایک ایک کر کے کمروں کا رخ کیا تھا تو سب کے اٹھنے کے بعد کامل نے حمدان صاحب اور نسرین بیگم کے کمرے کا رخ کیا تھا۔ چند منٹ معمول کی بات چیت کرنے کے بعد وہ اب اصل بات کرنے کے لیے تمہید باندھ رہا تھا۔

" ممی میں سوچ رہا تھا کہ آپ میری بھی شادی کروادیں۔ رباب مجھ سے ایک سال بڑی ہے اس کی شادی ہو رہی ہے تو سبھی خاندان والے آپ سے پوچھیں گے کہ پہلے میری شادی کیوں نہیں کی تو میں نہیں چاہتا آپ کو ان کی باتوں کے جوابات دینے کے لیے زحمت کرنی پڑے۔"

"بڑی جلدی خیال آگیا ہے تمہیں کہ ہمیں ایسی باتوں کے جوابات دینا پڑیں گے۔ کچھ عرصہ پہلے جب ہم کہتے رہے ہیں تب تو تم شادی کے لیے مان ہی نہیں رہے تھے۔ اب کیا لڑکی مان گئی ہے جو اتنی جلدی تیار ہو گئے ہو شادی کیلئے۔" نسرین بیگم نے اپنے برخوردار کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"ابھی تک تو بات ہی نہیں کی۔ اب کروں گا اگر مان گئی تو ٹھیک ہے ورنہ نکاح کے لیے آپ منا لیں۔ رخصتی کے لیے میں خود منا لوں گا۔" وہ سر جھکا کو مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تھا۔

"جب سے تم اس سے محبت کرتے ہو وہ اس سے بہت پہلے سے تم سے چڑتی ہے۔ جانتے ہو ناں کہ کتنے نادر خیالات اس کے تمہارے بارے میں؟" حمدان صاحب کی بات پر کامل نے حیرت سے جھکا سر اٹھایا تھا۔ اس نے انہیں ابھی لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا پھر انہیں کیسے پتا چل گیا کہ وہ علیزہ کی بات کر رہا تھا اور پھر یہ بھی کیسے جان گئے وہ کہ وہ اس سے کب سے محبت کرتا ہے۔

"جنہوں نے ہاتھ پکڑ کر قدم اٹھانا سکھایا ہوتا ہے انہیں اچھے سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کے قدم کس سمت اٹھ رہے ہیں۔ اولاد ماں باپ سے کچھ چھپانے کے جتنے بھی جتن کیوں نہ کر لے ماں باپ سے کچھ نہیں چھپ سکتا۔ ہمیں تب سے یہ بات معلوم ہے جب شاید تمہیں خود بھی ادارک نہیں ہوا تھا کہ تم اس سے محبت کرتے ہو۔" اس کی حیرت دیکھتے ہوئے حمدان صاحب اطمینان سے بولے تھے۔

"ہم بڑوں کے درمیان پہلے ہی بات طے ہو چکی ہے۔ بس تمہارے اقرار کا انتظار تھا لیکن اب تم بھی اقرار کر چکے ہو تو لگے ہاتھوں تمہارا ابھی نکاح کروا ہی دیتے ہیں۔ بولو منظور ہے؟" نسرین بیگم کے کہنے پر وہ حیرت سے اب ان کا چہرہ تکنے لگا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ سب کچھ اس کے صرف بات کرنے سے ممکن ہو جائے گا۔ اور اب جب سب کچھ طے پا ہی گیا تھا تو اس نے بھی سر اثبات میں ہلاتے ہوئے منظوری دے دی تھی۔ مزید تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد وہ جب اپنے کمرے کی جانب لوٹا تھا تو چال میں عجیب سی سرشاری تھی۔ ابھی وہ کمرے کے دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ اسے سیڑھیوں پر ہیولا سا

محسوس ہوا تھا۔ اپنے کمرے میں جانے کا ارادہ ترک کر کے کامل دبے پاؤں سیڑھیوں کی جانب بڑھا تھا۔ جب وہ چھت پر پہنچا تھا تو چاندکی مدھم روشنی میں کوئی اسے ٹیرس پر کھڑا نظر آیا تھا۔ وہ تعجب زدہ ہو کر دبے پاؤں چلتے ہوئے جب اس وجود کے پیچھے پہنچا تھا اسی وقت اس وجود نے بھی رخ موڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ مدھم سی چاندکی روشنی میں اسے کوئی ہوائی مخلوق سمجھتے ہوئے مقابل کے منہ سے چیخ نکلتی کامل نے سختی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ اس کے مڑتے ہی پہچان چکا تھا کہ وہ علیزہ تھی۔

"کیا کر رہی ہو پاگل لڑکی۔ چیخ مار کے پورے گھر کو ڈرانے کا ارادہ ہے کیا؟" وہ ہنوز اس کے منہ پر ہتھیلی جمائے ماتھے پر ہلکے سے بل ڈال کر نرم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ چاندکی روشنی میں پہلی بار علیزہ نے اسے قریب سے دیکھا تھا۔ چہرے کے جاذب نظر نین نقش کے ساتھ ماتھے پر بکھرے بال، آنکھوں میں ہلکی سی سرخی لیے وہ مقابل کے دل کی دنیا تہہ وبالا کر گیا تھا۔

"اس ٹائم یہاں کیا کر رہی ہو؟" وہ ہنوز ہتھیلی ہٹائے بغیر پوچھ رہا تھا۔

اس کا سوال سن کر علیزہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ آنکھوں سے اس کی ہتھیلی کی جانب اشارہ کیا تھا۔ جیسے کہہ رہی ہو کہ ہاتھ ہٹاؤ گے تو کچھ بولوں گی۔

"اوہ سوری۔" وہ ہاتھ ہٹاتے ہی فوراً پیچھے ہوا تھا۔

"میرا دل کیا تھا تو چھت پر آ گئی۔" وہ دل کی دھڑکن پر قابو پانے کی کوششیں کرتے ہوئے مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"ایک تو تمہارا دل ہر وقت الٹی سیدھی پٹیاں پڑھاتا ہے تمہیں۔ رات کے دو بج رہے ہیں اب یہ کوئی وقت ہے چھت پر آنے کا؟" وہ ٹیرس پر پڑی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

علیزہ کوئی جواب دیے بغیر ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ اس ایک لمحے میں ناجانے کیا ہو گیا تھا کہ نظر بار بار اس کی جانب اٹھ رہی تھی اور اسے نظر بھر کر دیکھنے کا حوصلہ بھی نہیں ہو رہا تھا۔ اور دل کی دھڑکن تھی کہ بے ترتیب ہوئے جا رہی تھی۔ وہ اس کے جملے پر بھی غور نہیں کر پائی تھی نا ہی سمجھ سکی تھی کہ اس نے کیا کہا تھا۔

اسے خاموش دیکھ کر کامل نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ چاند کی مدھم روشنی میں اس کے ناک کی لونگ چمکتے ہوئے اسے مزید حسین بنا رہی تھی۔ کامل نے رخ موڑ لیا تھا۔ چند منٹ تک ان دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی تھی۔ خاموش مگر پھر بھی بہت کچھ بولتی ہوئی خاموشی۔ مگر نہ تو وہ اس کے دل کی صورت حال سمجھ سکا تھا جو چند لمحوں میں اس حق میں ہو چکی تھی اور نا ہی وہ اس کے جذبات سمجھ سکی تھی جو کئی سالوں سے اس کے حق میں تھے۔

"اب پھر نہیں سوئی ہو۔ کل آفس میں پھر سے تمہیں شدید نیند آئے گی۔" اس خاموشی کو توڑتے ہوئے کامل نے اسے بولنے پر اکسایا تھا۔

جبکہ اس کی بات سن کر بھی علیزہ ہنوز خاموش بیٹھی تھی۔ اور اپنے دل کی صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے۔ گونگے کا گڑ تو نہیں کھالیا۔ علیزہ کامران اور اتنی خاموشی۔ پھر اس پر تضاد یہ کہ وہ مجھ پر جوابی حملہ نہ کرے یہ تو ناممکن سی بات ہے؟" وہ اس کے دل کی حالت سے انجان تعجب زدہ سا پوچھ رہا تھا۔

"میں چلتی ہوں۔ مجھے اب سونا چاہیے شاید۔" وہ ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتی کامل نے تیزی سے اس کی کلائی پکڑی تھی۔

"کیا بات ہے تم ٹھیک ہو؟" اس کی خاموشی اور یوں اچانک اٹھ کر جانے پر وہ پریشان ہوتے جلدی سے اس کو روکنے کی کوشش میں اس سے پوچھ رہا تھا۔ وہ اس قدر خاموش رہنے والی تو ہرگز نہیں تھی۔ اور پھر اس کا اچانک اٹھ کر جانا اسے سہی معنوں میں پریشان کر گیا تھا۔

علیزہ نے مڑ کر پہلے اس کے ہاتھ میں جکڑی اپنی کلائی دیکھی تھی اور پھر اس کے چہرے پر پھیلا تفکر۔ پہلی بار اس نے کامل حمدان کے لہجے میں اپنے لیے کچھ محسوس کیا تھا خواہ وہ صرف پریشانی ہی کیوں نہ تھی۔ اور شاید یہ اسی لیے ممکن ہوا تھا کہ چند لمحے پہلے اس کے دل

کی سرزمین پر کچھ ایسے جذبوں نے قدم رکھا تھا جو بہت عرصے سے کامل کے دل کے مکین تھے۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں کلائی چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی جبکہ دل تھا کہ باہر نکلنے کو تھا۔

"کچھ تو ہوا ہے۔ تم اتنی خاموش پہلے تو نہیں رہی کبھی۔ اور نہ ہی کبھی تم چھت پر آکر یوں بے مقصد کھڑی ہوئی ہو۔" وہ اس کی کلائی کو کھینچ کر اسے زبردستی کرسی پر بٹھاتے ہوئے پوچھ رہا تھا اور ساتھ ہی کلائی چھوڑ دی تھی۔

علیزہ نے بے مقصد والی بات پر لب وا کرتے ہوئے اسے اپنا مقصد بتانا چاہا تھا کہ ذہن نے اس کے لبوں کی حرکت کو کنڑول کیا تھا۔ اسے یاد آیا تھا وہ بے مقصد ہی چھت پر آئی تھی اور پھر اس بات کا ادراک ہونے پر کہ آنے کے بعد وہ کامل حمدان کے بارے میں سوچ رہی تھی وہ ششدر رہ گئی تھی۔ وہ اس کے بارے میں کیوں سوچ رہی تھی؟ ناجانے اس لمحے میں کیا تھا کہ اسے جب سے دعا مانگتے دیکھا تھا اس کے بعد سے اسے محسوس ہو رہا تھا کہ

آج تک جو بھی وہ اس کے بارے میں سوچتی رہی وہ صرف اس کی سوچ ہی تھی حقیقت اس سے کافی الگ تھی۔ اور اب جو لمحہ گزرا تھا اس کے بعد تو جیسے اس شخص کے قبضے سے دل کی سرزمین کو آزاد کروانا اس کے لیے ناممکن ہو گیا تھا۔

"کوئی بات پریشان کر رہی ہے علیزہ؟" وہ اس کو ہنوز خاموش دیکھ کر پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں کوئی بات نہیں ہے۔ میں جاؤں؟" اسے جواب دے کر وہ اس سے جانے کی اجازت مانگ رہی تھی۔

یہ دن کب سے آئے تھے کہ وہ اس سے اجازت مانگ رہی تھی۔ پھر اس کے ذہن میں خیال ابھرا تھا کہ شاید وہ اس لیے پوچھ رہی ہو کیوں کہ پہلے اس کے جانے پر وہ اسے کلائی تھام کر روک چکا تھا۔

"اگر میں روکوں تو کیا تم رک جاؤ گی؟" نا جانے وہ کس خیال کے تحت پوچھ رہا تھا۔

وہ جو اٹھنے کی تیاری میں تھی اس کی بات سن کر ارادہ ترک کرتے ہوئے کرسی سے ٹیک لگا گئی تھی۔ وہ کچھ نہیں بولی تھی مگر اس کے انداز نے بول دیا تھا کہ وہ اس کی بات مان چکی ہے۔

کامل کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ ابھری تھی۔ اگر اس وقت وہ اس کے رویے کی وجہ سے فکر مند نہ ہوتا تو یقیناً خوشی سے جھوم اٹھتا۔

"تھینک یو۔" کامل نے اسے نظروں کے حصار میں رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کس لیے؟" پوچھتے ہوئے اس نے نظریں اٹھائیں تو اس سے نظر ملتے ہی اس کے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی تھی۔ پہلی بار اسے ان آنکھوں میں اپنا عکس دکھا تھا۔ اور پھر اسے وہم سمجھتے ہوئے اس نے سر جھٹکا تھا۔ مگر نظریں پھر بھی نہیں ہٹائی تھیں۔

"میری بات مان کر میرے پاس بیٹھنے کے لیے۔" وہ ہونٹوں پر مسکراہٹ جمائے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

آسمان پر موجود چاند وہ منظر دیکھ کر مسکرایا تھا۔کوئی اس چاند سے پوچھتا کہ کیا کسی کے دل پر قابض ہونے کے لیے اک لمحہ کافی ہوتا ہے تو آج کا یہ منظر دیکھنے کے بعد چاند کہتا ہاں اک لمحہ کافی ہوتا ہے کسی کا دل جیتنے کے لیے، کسی کو اپنا اسیر بنانے کے لیے، کسی کی آنکھوں میں محبت کے دیپ جلانے کے لیے۔

"اب بتاؤ مجھے کیا بات پریشان کر رہی ہے تمھیں؟"ایک تو وہ اس قدر محبت اور نرمی سے پوچھ رہا تھا دوسرا وہ اپنے مزاج کے مطابق کوئی بات زیادہ دیر چھپا بھی نہیں سکتی تھی۔

"آپ پریشان کر رہے ہیں؟"وہ معصومیت سے بولتے ہوئے اسے کھل کر مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔ایک لمحے میں کامل کو سارا مدعا سمجھ آیا تھا۔اس کی بات نے ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ بکھیری تھی کہ ایسے لگتا تھا اسے سمیٹنے کے لیے ساری زندگی کم پڑ جانی تھی۔

"تم بھی مجھے کئی سالوں سے پریشان کر رہی ہو۔میں نے تو آج تک شکایت نہیں کی۔"وہ مسکراہٹ قائم رکھے بولا تھا۔

"لیکن میں نے ایسا کیا کیا ہے جس سے آپ پریشان ہوں۔ "وہ اس کی بات پر بھونچکارہ گئی۔

"تو میں نے ایسا کیا کیا ہے جس سے تم پریشان ہو؟"اس کے سوال نے علیزہ کو نظریں اٹھا کر اسے دیکھنے پر مجبور تھا۔اس کے آنکھوں میں جھلملاتے عکس نے اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب کی تھیں۔اس کے کانوں میں کوئی سرگوشی ابھری تھی کہ اگر وہ چاند کی مدھم روشنی میں اس خوبرو نوجوان کے ساتھ مزید بیٹھی باتیں کرتی رہی تو وہ تمام عمر کے لیے اس کے دل کا وہ حکمران بن جائے گا جس سے وہ چاہ کر بھی اپنے دل کی سلطنت نہیں چھین سکے گی۔چند لمحے وہ یوں ہی اسے دیکھتی رہی تھی۔دونوں کے بیچ خاموشی ٹھہری تھی اور پھر علیزہ کی آواز نے اس خاموشی کو رخصت کیا تھا۔

"اب میں جاؤں؟"وہ تمام عمر کے لیے اس شخص کو اپنے دل کا حکمران ہرگز نہیں بنانا چاہتی تھی جس کو وہ اپنا دشمن گردانتی آئی تھی۔جس کے الفاظ اسے طیش دلاتے تھے،جس کی باتوں پر وہ چڑ جاتی تھی۔جس کی توجہ اور خیال کو وہ کبھی دیکھ ہی نہیں سکی تھی۔جس کے جذبوں کی

خوشبو کئی سالوں تک اس تک پہنچنے میں ناکام رہی تھی یا شاید اس نے کبھی محسوس کرنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

"سنا ہے تم شادی کرنا چاہتی ہو؟" وہ اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کر رہا تھا۔

"ہاں میں سوچ رہی ہوں کہ شادی کر لوں۔ اچھا ہے میری شادی ہو جائے گی تو مجھے انٹرن شپ بھی نہیں کرنا پڑے گی نا ہی میرے دیر سے سونے پر پابندی ہو گی۔ میں اپنی مرضی سے جو چاہے کر سکوں گی۔ میں اپنے شوہر کے ساتھ پُرسکون سی جگہ پر رہوں گی۔۔" وہ ابھی بول رہی تھی کہ کامل اس کی بات کاٹتے ہوئے بھرپور سنجیدگی سے بولا تھا۔

اتنا مت سوچو گھٹنوں میں درد ہونے لگے گی۔"

اس کی بات کو علیزہ نے چند لمحوں کے لیے پروسیس کیا تھا اور پھر اس کی بات سمجھتے ہوئے وہ ازلی انداز میں خطرناک تیور کے ساتھ اس سے پوچھ رہی تھی۔

"آپ کا مطلب ہے کہ میری عقل گھٹنوں میں ہے؟"

"اگر تمہاری عقل ٹھکانے پر ہوتی تو یقین مانو جو بات پورا گھر محسوس کر چکا ہے وہ تم سب سے پہلے محسوس کرتی۔"وہ اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"ایسی کون سی بات ہے جو پورے گھر نے محسوس کی ہے اور میں نے محسوس نہیں کی؟"

اس کا تجسّس بھرا انداز دیکھ کر کامل کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی۔

"یہی کہ ایک لمبے عرصے سے میں تمہاری محبت میں مبتلا ہوں۔"اس کا اطمینان بھرا جواب سن کر علیزہ کامران کے دل کی دھڑکن تھم گئی تھی وہ سانس لینا بھول گئی تھی۔ جبکہ ارد گرد کی ہوا نے گویا رقص پکڑا تھا۔اور چاند نے اظہارِ محبت کا وہ لمحہ قید کر لیا تھا۔اس کے الفاظ نے اس کی آنکھوں میں دکھتے تمام چاہت کے رنگ اس لڑکی پر واضح کر دیے تھے۔ محبت کی داستان کا سب سے اہم مرحلہ طے ہوا تھا۔اب بس سامنے بیٹھی لڑکی کا اقرار بچا تھا اور محبت کی داستان مکمل ہو جانی تھی۔

وہ کئی منٹ بے حس و حرکت بیٹھی اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی تھی۔اس کے ایک جملے نے اس کی آنکھوں میں بسے محبت کے جہان کو اس لڑکی پر واضح کر دیا تھا۔ کیا تھا جو اسے

ان آنکھوں میں اب نظر نہیں آرہا تھا۔ محبت، عقیدت، احترام، پرواہ اور کئی سالوں سے ان آنکھوں میں بسا اس کا عکس۔ ایک جملے نے گویا ہر چیز کو آئینے کی طرح واضح کر دیا تھا۔ وہ مزید ان آنکھوں میں نہیں دیکھ سکی تھی اور اٹھ کر چل دی تھی۔ ابھی وہ چند قدم چلی تھی کہ اس کی آواز نے اس کے قدم جکڑے تھے۔

"سنو۔ تمہیں اس دنیا میں کہیں تو رہنا ہے مگر کیا ضمانت ہے کہ تم وہاں سکون سے رہو گی؟ ہاں مگر یہ ہے کہ اگر تم رہنے کے لئے میرے دل کا انتخاب کرتی ہو تو میں تمہیں ایک کامل ضمانت کے ساتھ اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ تم میرے دل میں اپنے لئے فقط محبت ہی محبت پاؤ گے۔"

"اس کے الفاظ پر وہ واپس مڑی تھی۔ کوئی سحر تھا ان لفظوں میں جو وہ واپس کرسی پر آکر بیٹھ گئی تھی۔

"میں زیادہ عقل مند نہیں ہوں۔ جب تک مجھے کوئی بات بول کر نہیں بتائی جاتی مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کوئی چاہے سالوں سے میری محبت میں مبتلا ہو لیکن میں تب ہی جان پاؤں گی

Clubb of Quality Content

جب کوئی مجھے بتائے گا۔ مجھ میں شاید محسوس کرنے کی حس بھی بہت کم ہے اس لیے کوئی چاہے میرا جتنا ہی خیال رکھے میری پرواہ کرے لیکن جب تک وہ مجھے بتاتا نہیں ہے کہ اسے میرا کتنا خیال ہے میری کتنی پرواہ ہے میں تب تک محسوس نہیں کرپاتی ہوں۔

میری زندگی میں اصول بھی باقی سب سے مختلف ہیں۔ میرے لیے بس آج کا دن معنی رکھتا ہے۔ میں بس آج کے دن کو جینا جانتی ہوں میرے لئے کل معنی نہیں رکھتا۔" وہ ابھی بات مکمل نہیں کرپائی تھی کہ جب کامل نے جواب دیا تھا۔

"میں تمہیں تم سے بڑھ کر جانتا ہوں۔ تمہیں کچھ بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ نرمی سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"لیکن میں آپ کے بارے میں جو کچھ جاننے کی دعوے دار تھی وہ سب غلط نکلا۔" وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے اس قدر معصومیت سے بولی تھی کہ کامل اس کی معصومیت پر قربان ہونے والے انداز میں مسکرادیا تھا۔

"شادی کرو گی مجھ سے؟"وہ کرسی سے اٹھ کر گھٹنے کے بل جھکتے ہوئے اس کے سامنے ہتھیلی پھیلائے پوچھ رہا تھا۔

"میں روانہ آفس نہیں جاؤں گی۔"وہ علیزہ کامران تھی دل کے بغاوت کرنے کے باوجود اپنی زندگی کو اپنے مطابق جینے پر ترجیح دینے والی۔ من پسند شخص اپنی جگہ اور من پسند زندگی بھی اسی جگہ۔ وہ دونوں کو یکجا چاہتی تھی اسی لیے اپنے نکات پیش کر رہی تھی۔

"آفس ہی تمہارا ہے۔ جب دل کرے جاؤ جب دل نہ کرے نہ جاؤ۔"وہ اس کا مان بڑھاتے ہوئے بولا تھا۔اس کی جان مانگنے کی خواہش بھی کامل حمدان سر آنکھوں پر یہ تو پھر اس کی چھوٹی چھوٹی خواہشیں تھیں۔

"مجھے کچھ بھی بنانا نہیں آتا تو مجھے جب بھی کچھ کھانا ہو گا پہلے کی طرح آپ بنا کر دیں گے۔اور میرے کو کنگ نہ کرنے پر طنز بھی نہیں کریں گے۔"

"تم پر طنز کر سکتا ہوں میں؟"وہ کوئی وعدہ وعید کرنے کی بجائے اس سے سوال کر گیا تھا۔اور اس کے سوال پر وہ نفی میں سر ہلا گئی تھی۔وہ شخص واقعی اس پر کبھی طنز نہیں کر سکتا تھا۔

"مجھے کچھ بھی ٹھیک سے نہیں آتا تو۔۔"

"میں اچھے سے جانتا ہوں تمہاری ہر عادت کو تمہاری ہر اچھائی کو ہر برائی کو۔میں تمہارے مزاج کے ان رنگوں سے بھی واقف ہوں جن سے تم خود بھی واقف نہیں لیکن پھر بھی مجھے تم چاہیے۔کیوں کہ تم اپنی ہر اچھائی برائی کے ساتھ مجھے قبول ہو۔اور تم پر طنز کرنے کا یا تمہیں برا بھلا کہنے کا میں سوچ بھی کیسے سکتا ہوں تم تو میرے دل کی اس مسند پر براجمان ہو جہاں پر تمہارے خلاف میرا دل ایک لفظ بھی نہیں سنتا۔تم چاہے جو بھی کرو اچھا یا برا لیکن تم مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ پاؤ گی۔تمہیں چھوڑنا زندگی چھوڑ دینے کے مترادف ہے۔"وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے نرمی سے بول رہا تھا۔

"پکی بات ہے؟" وہ تھوڑی مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے اسے قہقہہ لگانے پر مجبور کر گئی تھی۔ علیزہ سکندر نے دل پر ہاتھ رکھا تھا۔ اس کے دل نے گواہی دی تھی کہ سامنے بیٹھے شخص کو ہنستے دیکھنا دنیا کا سب سے خوبصورت منظر ہے۔ اور پھر اس نے اس کی پھیلائی ہتھیلی پر ہاتھ رکھا تھا اور سامنے بیٹھے شخص کو لگا تھا اسے سارے جہان کی دولت مل گئی تھی۔ اس کی شدت سے مانگی دعاؤں کو قبولیت کا درجہ مل گیا تھا۔ اسے نواز دیا گیا تھا۔ جو ازل سے اس کے دل کی مکین تھی وہی ابد تک کے لیے اس کے گھر کی مکین بننے والی تھی۔ اور محبت کی داستان مکمل ہو گئی تھی یا شاید محبت کی داستان اب شروع ہونے والی تھی۔ جس میں ہمیشہ ایک دوسرے کے دلوں پر حکومت کرنی تھی۔

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/ مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

[www.novelsclubb.com](http://www.novelsclubb.com)

Clubb of Quality Content!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842